© rasailojaraid.com

ہی ہے۔ اور انسان کی شکل بے بسی سے اسے تعبیر کیا جائے گا۔ آج انسان بے شک بہت بلندی پہ ہے اسے اپنے قدم چاند پر رکھنے کا غرور ہے مگر وہ بھول گیا کہ قدرت کا ایک ہی جھٹکا اس کے وجود کو زمین بوس کر ڈالتا ہے۔ فضاؤں میں اسے ہوائی جہاز اڑانے پر تو کمال ہے مگر اسے ان کی حفاظت پر کوئی دسترس حاصل نہیں ہے۔ زلزلہ اور سیلاب کا ہلکا سا جھٹکا ہی سائنس کے تمام کمالات کو خاک میں پہنچا دیتا ہے۔ بیسویں صدی کے انسان کی بدنصیبی ہے کہ اسے سائنس میں جو کمال و مرتبہ حاصل ہوا ہے اسے اس نے اپنی قوت و دماغ کی اختراع سمجھا۔ کاش! اگر وہ اسے اللہ رب العالمین کی عنایت و نوازش کی بدولت گردانتا تو اس میں آج اسے اپنی بے بسی پر رونا نہ پڑتا۔ خداوند عالم کے شکرگذار بندے کو خداوند عالم کی برکت و نوازش حاصل ہوتی ہے۔ انسان ہر وقت بندۂ ناچیز ہے اگر وہ کچھ ہے تو صرف اللہ پاک کی عنایت و نوازش اور کرم و فضل سے ہے۔ ھذا مِن فضلِ ربی۔ جو اس حقیقت کو جانتے ہیں سمجھتے ہیں وہ انشاءاللہ دونوں جہان میں بارگاہ عالی کے بے بہا رحمت و انعام سے مالا مال ہوں گے۔ اور جس بندہ کو اپنی انا پر گھمنڈ ہے اسے سیلاب و زلزلے اس کی انا و گھمنڈ پر ضرب کاری لگاتے رہیں گے!

سری نگر کشمیر جہاں حاجی احمد اللہؒ جیسی نیک و باعمل اور اسلام کی سچی پرستار و شیدائی ہستی نے جنم لیا اور جنھوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اسلامی احکامات کی پیروی کرتے ہوئے ناگہانی حادثے سے دو چار پردیسی غیر مسلم مصیبت زدہ پریوار کی نہ صرف تیمارداری کی بلکہ جب تک مکمل صحت یاب نہ ہو گئے اپنے گھر اپنے خاندان کے افراد کی طرح سمجھ کر ان کی اچھی طرح دیکھ بھال و نگرانی و نگہداشت کی ہو اور ان ہی حاجی احمد اللہ مرحوم و مغفور کی لائق و ہونہار نیک اولاد حاجی حشمت اللہ و اکرام اللہ اپنے مرحوم نیک باپ کے نقش قدم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بلا لحاظ مذہب و ملت انسانیت کی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق خدمت کرنا اپنا شعار بنائے ہوئی ہے۔ اس سرینگر کشمیر میں غیر ملکی سیاحوں کو کسی الفاران نام کی تنظیم نے یرغمال بنا رکھا ہے یہ شرم و افسوس اور اسلامی تعلیمات کی سراسر خلاف ورزی نہیں تو اور کیا ہے۔ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں وہ کسی پردیسی کو ایذا و دکھ پہنچائیں۔ بھلا وہ کیسے مسلمان کہلانے کے مستحق ہونگے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہب اسلام میں مسافر کی خدمت کرنا نیک عمل ہے نہ کہ کسی مسافر کو یرغمال بنا کر رکھا جائے اس سے زیادہ مذہب اسلام کی بے حرمتی کا بدعمل اور کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب سے انھیں ڈرنا چاہیئے جو کسی پردیسی کو یرغمال بنائیں اللہ تعالیٰ کا اکرام ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اسکے مذہب پر عمل پیرا ہوں۔ انسانیت کی خدمت کریں۔ حاجی احمد اللہ مرحوم و مغفور نے سری نگر کشمیر میں سیر و تفریح کی غرض سے آئے ایک غیر مسلم خاندان کو جب کسی ناگہانی حادثہ سے دوچار دیکھا تو انہوں نے فوراً ہی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اس کی دیکھ بھال تیمارداری اور علاج و معالجہ کرایا اور جب وہ مکمل صحت یاب ہوئے تو ان کو اپنے عزیزوں کی طرح ان کے وطن کے لیے رخصت کیا اس کے بعد جو حاجی احمد اللہ مرحوم پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات کی بارش ہوئی اس کی خیر و برکت آج بھی ہے اور ان کی اولاد وہ فیض حاصل کر رہی ہے۔ اور انشاء اللہ اسی طرح ان کی اولاد در اولاد فیض حاصل کرتی رہے گی۔ ہم خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ خدارا غیر ملکی سیاحوں کو بلا شرط رہا کرو پھر دیکھو اللہ کا فضل۔

* * * * * * * * * * * * * * *

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادب کی حقیقت و ماہیت

ادب ایک مطالعہ

محمد نجم خان، ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ادب کی تعریف کے سلسلہ میں ناقدین میں اچھا خاصا اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے مختصر اس کی تعریف کرنا آسان نہیں ہے۔ یوں بھی کوئی تعریف اس کی وسعت اور رنگا رنگی کا احاطہ نہیں کر پاتی۔

بعض مشرقی اور مغربی ناقدین اسے صرف مسرت اور انبساط اور حظ پہچاننے کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ قدیم ناقدین نے بھی جمالیاتی انبساط پر ہی زور دیا ہے لیکن اسے صرف مسرت اور حظ پہچاننے کا ذریعہ قرار دے کر اس طرح ادب کے دائرہ کو محدود کر دینا درست نہیں۔ اس لئے اس کی کوئی تعریف کرتے وقت ان تمام نظریات کا جائزہ ضروری معلوم ہوتا ہے جو ادب کے سلسلہ میں اب تک پیش کئے جاتے رہے ہیں۔

ادب پر سب سے پہلے باقاعدہ اظہار خیال مشہور فلسفی عالم اور دانا افلاطون نے کیا ہے اسکی ریاست نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اس نے اپنے زمانہ کی عام روایات سے بغاوت کی اور ریاستی حقیقت اور حسن کی تلاش میں ایک نئے فکری نظام کو جنم دیا جو آج تقریباً ڈھائی ہزار سال بعد بھی فلسفۂ حیات کو متاثر کر رہا ہے اس نے فنون لطیفہ کو ریاست میں کوئی جگہ نہیں دی اس لئے اس کی نگاہ میں فنون لطیفہ نقل کی نقل ہے۔

افلاطون نے شروع سے شاعر اور فنکار کو نقل کی نقل کرنے والا کہا ہے لیکن یہاں اس کو عدم سے وجود میں منتقل کرنے والا تخلیقی کام کرنے والا اور موجد کہا ہے۔ افلاطون کے شاگرد ارسطو نے اپنی کتاب بوطیقا "POETICA" میں ادب اور شاعری۔ ڈرامہ المیہ طربیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور اپنے استاذ کے نقطۂ نظر سے اختلاف کیا ہے۔

بوطیقا: ادبی او فطری تنقید پر دنیا کی پہلی کتاب ہے۔ جو ادب کا مفہوم اور ماہیت سمجھنے میں ہماری سب سے زیادہ مدد کرتی ہے۔ یہ کتاب یوں تو صرف یونانی ادب کے لیے لکھی گئی تھی لیکن تمام ادبی دنیا نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور ارسطو نے بھی اپنی تمام تر بحث کی بنیاد نقل پر رکھی ہے اور نقل کا فلسفہ افلاطون کے یہاں سے لیا ہے لیکن وہ نقل کی نقل کے قائل نہیں ہیں۔

اس کا کہنا ہے کہ شاعری الفاظ کے ذریعہ عالم انسانی اور انسان کے جذبات و تاثرات کی نقل پیش کرتی ہے لیکن وہ عالم مثال کو اہمیت نہیں دیتا اس لیے نقل کو برا نہیں سمجھتا ہے۔

ارسطو کہتا ہے۔ نقل کرنا انسانی جبلت ہے اس کا یہ جذبہ بالکل فطری ہے اس لئے وہ شاعری کو ذہن انسانی کا بالکل آزادانہ اور خود مختار عمل قرار دیتا ہے۔ ارسطو نے پہلی بار جذباتیت یا تعصب کے بغیر شاعری کو صرف شاعری کی حیثیت سے دیکھا۔ اس کی مختلف قسموں کا فرق ظاہر کیا اور اصلی اور ادبی شاعری کی پرکھ کے لیے ایک اصول بنایا۔ وہ فن شاعری کو سیاست اور اخلاقیات سے الگ رکھتا ہے اور منطقی انداز میں انسانی اعمال میں فنون لطیفہ کو ایک آزاد جگہ دیتا ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے مطالعہ فن کے لئے جمالیاتی اصول وضع کئے افلاطون نے فنون لطیفہ کو اخلاقیات میں ملاکر جو الجھن پیدا کر دی تھی اس کو ارسطو نے دور کر دیا اس کا خیال ہے کہ خوبصورتی یا حسن فنکارانہ تخلیق کا ایک جز ہے اگر ہم کسی تخلیق کو اچھا کہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خوبصورت ہے۔

ابن خلدون نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں (ادب کے بارے میں) تفصیل سے بحث کی ہے انھوں نے لکھا ہے کہ ادبا نے ادب کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے کہ ادب نام ہے اشعار و اخبار ادب کے یاد کرنے کا اور ساتھ ہی ساتھ ہر علم سے ضروری معلومات بہم پہنچانے کا یعنی علوم لسانیہ سے بھی اور علوم شرعیہ سے بھی متقدمین کے نزدیک ادب کی پوری تعریف یہ ملتی ہے۔ متاخرین البتہ اصطلاحات صنائع و بدائع مع سند یاد کرنے کو ادب کی تعریف میں داخل کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادب کی تعریف میں پہلی بار علوم لسانیہ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ابن خلدون کے یہاں ملتا ہے اس سے قبل اسکو اہمیت نہیں دی جاتی تھی بلکہ اس کو زبان کے اظہار کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا اس کے علاوہ شروع میں فنکو بھی ادب کا جز مانا جاتا تھا ایسا صرف عربوں کے یہاں ہی نہیں ہے بلکہ ارسطو نے بھی موسیقی پر بہت زور دیا ہے۔ اور دولت عباسیہ میں کئی بڑے شعراء غناء میں باقاعدہ دخل رکھتے تھے تاکہ اپنے کلام کو زیادہ پر اثر بنا سکیں۔ اس طرح علوم ادب کے سلسلہ میں بعض نظریات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

افلاطون اور ارسطو کی طرح بعض دوسرے فلسفیوں کے نظریات نے بھی ادب اور آرٹ کو متاثر کیا ہے جس سے ادب میں بعض نئے نظریات اور رجحانات پیدا ہوئے۔

ھیگل نے افلاطون کے فلسفے کی تردید کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ دنیا کی ہر چیز بدلتی رہتی ہے اور اس کی ہر نئی شکل جو اپنی پچھلی ہیئت کی تردید کر کے حاصل ہوتی ہے زیادہ بہتر ہوتی ہے اس کا کہنا تھا کہ دنیا میں صرف خیالات ہی حقیقت ہیں اور یہ خیالات ہی مختلف شکلوں اور صورتوں میں ارتقاء کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ جدلیاتی مادیت ہیگل کی بڑھتی ہوئی تصوریت ماورائیت کا رد عمل تھا اس کے یہاں صرف خیال پر زور ملتا ہے۔ مارکس نے اس کے فلسفہ کا انکار کرتے ہوئے جدلیاتی مادیت کا نظریہ پیش کیا ہے۔ ہیگل کے نظریہ کی بنیاد خیال کے تصادم پر تھی مارکس نے اپنے فلسفہ کی بنیاد مادہ کے تصادم پر رکھی۔

اس کا ذکر آچکا ہے کہ ایک زمانہ تک صرف شاعری یا علم معانی و بیان صرف و نحو اور علم لغت کو ادب کہا جاتا تھا لیکن دھیرے دھیرے اس کا احاطہ وسیع ہوتا گیا اور تاریخ، جمالیات سیاسیات، معاشیات کا بھی اثر ادب پر پڑنے لگا ایسی صورت میں ادب کی پرکھ کے لیے زیادہ مطالعہ اور علم کی ضرورت پیش آئی ساتھ ہی یہ سوال اور بھی الجھ گیا کہ ادب کیا ہے کونسی چیز ادب بنتی ہے ادب کی خصلت اور ماہیت کیا ہے انہیں سوالات کا جواب دیتے ہوئے ویرن ویلک نے لکھا ہے۔

ایک نظریہ کے مطابق ہر مطبوعہ چیز ادب ہو سکتی ہے۔ ایڈورڈ گرین لا۔ کا خیال ہے ہر چیز جس کا انسانی زندگی نیز اس کی تہذیب و تاریخ سے کوئی بھی تعلق ہے ادب میں شامل ہو سکتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی بھی دور کی تاریخ کو سمجھنے کے لئے ہم محض اس دور کی ادبی کاوشوں یا مطبوعہ مسودات تک ہی محدود نہیں رہ سکتے لازم ہے کہ ہم ادبی تخلیق کو اس روشنی میں دیکھیں کہ تہذیب کی تاریخ میں کیا ممکن رول ادا کرتی ہے گرین لاء کے اس نظریہ اور دوسرے محققوں کے اس پر عمل کے مطابق ادبی مطالعہ کا نہ صرف تاریخ و تہذیب سے ایک اہم رشتہ پیدا ہو جاتا ہے بلکہ یہ دونوں تقریباً ایک ہی بن کر رہ جاتے ہیں۔

ہر مطبوعہ چیز کو ادب کہنے کا نظریہ ظاہر ہے کہ درست نہیں ہو سکتا۔ ویلک اس نظریہ کا ہمنوا نہیں ہے یہ ضرور ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ہم اقوال زریں ملفوظات اور اشتہارات تک سے ادب کی ارتقائی منزلیں طے کرنے میں، تاریخ مرتب کرنے میں مدد لیتے ہیں لیکن اس کی اہمیت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک ہم کسی مقام تک نہ پہنچ جائیں اور ادب اپنی صحیح شکل میں کوئی راستہ نہ بنالے اس کے بعد ان کی صرف تاریخی اہمیت رہ جاتی ہے۔

گرین لاء کے مطابق ادب تہذیب کی تاریخ میں بندھا ہوتا ہے اسے اسکے تاریخی پس منظر سے الگ نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ مطبوعہ شکل میں ہو یا مخطوطات کی شکل میں۔

ویرن ویلک نے ادب کی تعریف کرتے ہوئے آگے لکھا ہے کہ دوسرا طریقہ اس کی تعریف کا یہ ہے کہ ادب بڑی کتابیں ہیں۔ وہ کتابیں جو اصل ہیئت اور تجربے سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اس بات کو بھی ادب دراصل زندگی اور تہذیب کا عکاس ہوتا ہے۔ وہ خارجی حقیقت کو داخلی آئینہ میں پیش کرتا ہے۔ ادب انسانی زندگی کی ایسی تصویر ہے جس میں انسانی جذبات احساسات کے علاوہ مشاہدات، تجربات اور خیالات کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اسمیں تاریخی حقیقت، زندگی کا سچا تصور، اور فن کے صحیح احساس کا ہونا ضروری ہے۔ بعض لوگ ادب کو "ذہنی تعیش" کہتے ہیں لیکن یہ زندگی اور اس کے ٹھوس حقائق سے ان کا فرار ہے ایسی باتیں اس دور کی غمازی کرتی ہیں جبکہ پرانی تہذیب اور معاشرت اپنے آپ کو سمو نہیں پاتی یا اس کو قبول نہیں کر پاتی۔

"ادب میں مختلف نظریات اور تحریکیں"

ادب برائے ادب کا نظریہ بھی ایسے موقعوں پر پیدا ہوتا ہے جب انسان کا اخلاقی، معاشرتی اور ذہنی معیار گر جاتا ہے اور جب کوئی ایسا صحتمند سیاسی نظام جو عوام کو پرسکون زندگی گذارنے نیز اطمینان سے رہنے اور زندگی کی دوسری سہولتیں فراہم کرنے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاون و مددگار نہیں ہوتا تو عوام کی زندگی کے ساتھ ساتھ شعرا کے طبقہ ادبا، نقاد و شعرا میں بھی بے اطمینانی اخلاقی، ذہنی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے جسمیں صرف ایک احساس زیادہ سے زیادہ لطف لینے اور مسرت حاصل کرنے کا رہ جاتا ہے ان کے کلام اور ان کی تحریروں میں یاس وحرماں نصیبی کا غلبہ نظر آتا ہے اس کی بھی اصل وجہ وہی ہے۔ وہ کسی مستند فکری تہذیبی ادارہ سے وابستہ نہیں رہتے۔ بعض اوقات کسی بڑی تحریک کی ناکامیابی کے ردعمل میں بھی ادب برائے ادب کا نظریہ وجود میں آجاتا ہے۔

ادب میں مختلف زمانوں میں جو مختلف نظریاتی تحریکیں اور مباحث چلے آرہے ہیں ان میں ادب برائے ادب کی تحریک کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے یہ تحریک انیسویں صدی میں شروع ہوئی جس کا بانی بیٹر اسکر وائلڈ کو سمجھا جاتا ہے یہاں پر یہ سوال کہ سماج زندگی اور ادب میں کیا تعلق ہے بہت اہم ہو جاتا ہے ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ سماج فنکار یا ادیب کے لئے نہیں ہے بلکہ ادیب سماج کے لئے ہے، اور ادب کو انسانی آگہی بیداری، سماجی بہتری کے لئے ہونا چاہیئے۔ دوسرے اس نظریئے کو غلط قرار دیتے ہیں۔

"ادب برائے زندگی" کا تصور مارکس اور اینجلز کی جدلیاتی مادیت سے نکلا ہے یعنی ادب جو زندگی کی صحیح نمائندگی کرے جیسے اخوت، مساوات، ہمدردی اور دوسری تہذیبی اور سماجی قدروں کی فراوانی ہو۔

بہترین ادب میں سماجی، ثقافتی فنی، اور جمالیاتی پہلوؤں کا ہونا لازمی ہے۔ اس لئے کہ یہی چیزیں اسکو زندگی سے ہم آہنگ کرتی ہیں اب زندگی کا ترجمان اور نقاد ہوتا ہے اس لئے بغیر ان باتوں کے کسی بھی چیز کو بہترین ادب میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

ادب کی صحیح قدر و قیمت دیکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے ادب کا زندگی سے کیا تعلق ہے کہاں تک زندگی کے صحیح مفہوم کو پیش کرتا ہے اور ہماری رہنمائی کرتا ہے کس حد تک وہ حال کی ترجمانی کرتا ہے۔ ماضی پر روشنی ڈالتا ہے مستقبل کے لئے صحیح اور معتبر پیشین گوئی کرتا ہے۔

ادب میں ایک مکتبۂ فکر ان لوگوں کا بھی ہے جو ادیب، شاعر اور ادب کو نیم شعوری اور غیر شعوری زندگی کا ترجمان کہتے ہیں یہ نظریہ تحلیل نفسی شعور لاشعور اور تحت الشعور کے فلسفہ سے نکلا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس نظریہ کے حامل اجتماعی حیثیت کے بجائے صرف انفرادی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور اس کی تخلیق سے اس کے جذبات و احساسات اور میلانات و رجحانات کا اندازہ کرتے ہیں وہ شخصیت کے سماجی پہلو پر زور نہیں دیتا حالانکہ انسان سماج کا ایک جز ہے وہ اپنے سماج میں پلتا بڑھتا ہے اس کے ذہن پر سماج کی باتوں کا گہرا اثر پڑتا ہے جو ہمیشہ اس کی تخلیق میں نمایاں رہتا ہے۔

تین (TAINE) نے کہا ہے کہ ادب نسل، ماحول اور وقت سے مل کر وجود میں آتا ہے ادب کی اس تعریف پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ادب، سماج، ماحول، تہذیب، معاشرت کا عکاس اور ترجمان ہوتا ہے۔ اگر کسی تخلیق میں یہ صفات نہیں ہیں تو اس کا شمار بہترین ادب میں نہیں ہوگا ادب کو زندگی کی حقیقتوں کے ساتھ ہی پرکھا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس کا زندگی کے ساتھ نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کا ادب زوال پذیر ہوتا ہے۔ جب وہ زندگی کی حقیقتوں سے دور ہو جائے نیز تصوف، ہئیت پرستی، قرات اور صرف ادبیت زندگی کے حقائق سے ایک قسم کا فرار ہے جو کہ دوسرے الفاظ میں نظریاتی دیوالیہ پن کا ثبوت دیتا ہے آج زندگی ہر وقت رواں دواں ہے اسمیں ہر وقت ایک نئے نظریے اور نئی فکر کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اس کے امکانات اب محدود نہیں ہیں۔ اس لئے ناقص اور بہتر کی تمیز کے لئے تنقید ضروری ہے۔

کیونکہ تنقیدی شعور کے بغیر نہ تو اعلیٰ ادب کی تخلیق ہو سکتی ہے اور نہ ہی فن تخلیق کی قدروں کا تعین ممکن ہے اس لئے اعلیٰ ادب کی تخلیق اور تعین کے لئے نیز اس کی پرکھ کے لئے تنقید کا وجود ضروری نہیں ہے بلکہ انھیں میں سے بعض کا یہ خیال بھی ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی تنقیدی گرفت یا فن و ادب کا احتساب تخلیقی دھاروں کو فطری ڈھنگ سے بہنے سے روکتا ہے۔

ادب اور تنقید کے سلسلہ میں یہ نقطۂ نگاہ غلط مفروضات پر مبنی ہونے کی وجہ سے خاصا گمراہ کن ہے بے شک اس قدیم دور میں جب یونان و عرب یا ہندوستان میں اعلیٰ ادب کی تخلیق ہوئی مرتب اور منظم شکل میں کوئی اعلیٰ تنقیدی کارنامہ نہیں ملتا لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ دور تنقیدی شعور سے عاری تھا یا ادب کے ناظرین اور قارئین کی طرف سے فن کار اور ان کی تخلیقات کا کوئی نتیجہ خیز احتساب نہیں ہوتا۔

عہد جاہلیت میں بازار عکاظ تنقید کا ایک سنجیدہ اور بڑا مدرسہ تھا اس طرح دنیا کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان دوسری زبانوں میں جن میں عہد قدیم میں اعلیٰ ادب کی تخلیق ہوئی عوام کا ایک باشعور گروہ شعر و ادب کے بارے میں اپنے عہد کے فن اور فنکاروں کا احتساب کرتا تھا۔

تنقیدی شعور کی ابتداء:

پہلی نگاہ میں کہا جا سکتا ہے کہ تنقید کا وجود عالم انسانی کے وجود کے ساتھ ہوا ہوگا۔ تنقید کے عام معنی اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کے ہیں اس لئے کہ جب زمین پر انسان کا وجود ہوا ہوگا تو اس نے بعض درختوں، پودوں، پھلوں اور پھولوں کے بارے میں اپنی پسند اور ناپسندیدگی کا اظہار ضرور کیا ہوگا۔

چنانچہ جیسے جیسے تہذیب کے سورج کی گرمی اور روشنی زمین کو سنوارتی اور بناتی گئی ویسے ویسے تنقید کا شعور بھی ارتقاء کی منزلیں طے کرتا رہا اور دوسری چیزوں کی طرح تنقید نے بھی ایک جامہ، ایک لباس اور ایک شکل اختیار کرنے کے لئے آگے کی طرف قدم بڑھایا۔

یونانی ادب دنیا کا قدیم ترین ادب ہے۔ یونان نے اس زمانہ میں علم و فضل اور ادب و فلسفہ میں نیز تہذیب و تمدن میں اپنے معراج کو پالیا تھا تنقید اور اس کا معیار بھی سب سے پہلے یونانی ادب میں ملتے ہیں اور تنقید کا اشارہ یونان کے قدیم ترین شاعر ہیومر کی ایلیڈ میں ملتا ہے۔ پروفیسر برچ نے افلاطون کی نقادانہ حیثیت کا جائزہ لیا ہے اور اس کی تنقیدی بصیرت کی داد دی ہے۔ پروفیسر برچ کہتا ہے کہ افلاطون نے سب سے پہلے فلسفیانہ تنقید پر روشنی ڈالی اور اس کا سنگ بنیاد رکھا تنقید پر ارسطو کی کتاب بوطیقا یورپ میں سب سے پہلی کتاب ہے اس کی کتاب سے صرف تنقیدی رجحانات کا ہی پتہ نہیں چلتا بلکہ اصول تنقید پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

عزیز احمد نے بوطیقا کی تمہید میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے بوطیقا نے ادبی تحریکات اور تنقید پر جو اثر ڈالا ہے اس کی برابری کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ جہاں تک خالص فن تنقید کا تعلق ہے معلم اول کا یہ شاہکار دنیا بھر میں بے مثل ہے ارسطو کا منطقی استدلال اس کا تجزیہ اور ترتیب و ترکیب کی عالمانہ اور فلسفیانہ صلاحیت اس کتاب کو تنقید کی تمام کتابوں سے ممتاز کرتی ہے۔

عربی ادب کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے جہاں اسلام سے پہلے بھی جبکہ اس ریگستان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمدن اور تہذیب نام کی کسی چیز کا وجود نہیں تھا بہترین شاعری کے نمونے ملتے ہیں ظاہر ہے کہ اس کے لئے انہوں نے اصول اور قاعدے بھی مقرر کئے تھے جسکی بنا پر وہ اچھی شاعری اور بُری شاعری میں فرق کرتے تھے۔ ان کے قبیلے میں شاعری کی بے انتہا عزت ہوتی تھی اور ہر قبیلے کی یہ تمنا رہتی تھی کہ اس کا شاعر دوسرے قبیلے کے شاعر کے مقابلے میں زودگو پرگو ہو تاکہ وہ دوسرے قبیلے کو ذلیل دے کر ہرا سکے اور جنگوں میں اپنے یہاں کے قبیلوں کے حوصلے بڑھا سکے اس لئے انہوں نے اپنے لئے بھی کچھ اصول مقرر کئے تھے ان کی شاعری میں طرز بیان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

کتاب العمدہ کے "ترجیع الفاظ و معانی" کے باب میں ابن رشیق نے جدت طرز ادا اور ندرت بیان پر سب سے زیادہ زور دیا ہے ادائے معنی کے لئے نئے نئے انداز ایجاد کرنا ایک ایک بات کو کئی طرح ادا کرنا شاعرانہ کمال ہے ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں بھی شعر کی تعریف اور تنقید کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نثر اور نظم میں کیا فرق ہوتا ہے شعر کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں کلام منظوم اور شعر میں کیا فرق ہے۔

عرب کے تمام نقادوں نے شعر کے معنوی پہلو ہی پر زیادہ زور دیا ہے ان میں بعض علماء مبالغہ اور غلو کو بھی شعر کہتے ہیں لیکن بعض غلو کو ناپسند بھی کرتے ہیں اور شعر کے لئے عیب بھی تصور کرتے ہیں ابوالفرج قدامہ ان ناقدین میں ہیں جو غلو کو مستحسن سمجھتے ہیں "المبالغۃ احسن من الاختصار علی الامر الوسط بما فیہ کفایۃ" یعنی مبالغہ کرنا حد اوسط پر کفایت کرنے سے بنسبت زیادہ بہتر ہے۔ مگر حد سے بڑھی ہوئی سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ممدوح ایسا ہی ہے بلکہ اس سے صرف توصیف کے دائرہ کو وسعت دینا مقصود ہوتا ہے۔

خود قدامہ کا خیال ہے کہ ایک اچھے شعر کے لئے جذبہ اور شدت احساس کا ہونا ضروری ہے۔ مبالغہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس زمانے کے اشعار میں کوئی واقعیت اور اصلیت کی اہمیت ہی نہیں تھی۔ اس زمانے میں شعر کی ظاہری خوبیوں، قافیہ، ردیف، اوزان اور فنی، عروضی باتوں تشبیہ اشارات اور وصف و کنایہ اور شعر کی ہئیت پر بہت زور دیا جاتا تھا اور انھیں معیار کی کسوٹی پر شعر کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کرتے تھے وہ شاعری کو فن کاری سے زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرصع سازی سمجھتے تھے اس لئے اسلوب و معنیت کو زیادہ اہمیت دیتے تھے شعر کی معنوی خوبیاں اور دوسری چیزیں ان کے نزدیک ایک ثانوی حیثیت رکھتی تھیں۔

ایلیٹ کے خیال میں ادب کی عظمت کا تعین محض ادبی معیار سے نہیں کیا جا سکتا حالانکہ اس نے اس پر بھی زور دیا ہے کہ اس بات کا طے کرنا کہ کوئی چیز ادب ہے یا نہیں صرف ادبی معیار ہی کر سکتے ہیں یہ صحیح ہے کہ ادبی مطالعہ کے لئے سب سے پہلے ادبی اقدار کی ہی جانب توجہ کرنی چاہیئے جو فن پارہ ادبی خصوصیات سے محروم ہوگا وہ ادب کے دائرہ میں بھی نہیں آسکے گا۔ لیکن صرف ادبی قدروں کی تلاش ادب کی زندگی سے رشتے اور تعلق پر روشنی نہیں ڈالتی اسلئے نقاد کو فنی اور ادبی محاسن سے بھی آگے جانا پڑتا ہے۔

ادبی تنقید کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ ادب میں اس بات پر غور کرے کہ اس کا زندگی کے عوامل سے کیا رشتہ ہے کس فن پارہ میں زندگی کا عرفان، علمی بصیرت اور فنی آگہی کس حد تک ہے نقاد کا کام صرف فن کاری کی الجھنوں یا فن پارے کے تاثرات کی ازسرنو تشکیل ہی نہیں بلکہ وہ قاری اور فنی تخلیق کے درمیان ایک اہم کڑی یا پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے کسی فنی تخلیق سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوتے اس کی تہذیبی اور سماجی اہمیت کو سمجھنے اسکے فنی اقدار معیار حسن، سواد، وہیئت، اسلوب و بیان کے تضاد و تناقض یا محاسن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اس کا مخاطب صرف فنکار نہیں ہوتا۔

اس طرح اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ کسی ادبی پرکھ کے سلسلے میں کئی ادبی فرائض انجام دینے پڑتے ہیں وہ صرف جذبات و احساسات کا شارح و مفسر ہی نہیں ہوتا بلکہ اسے تاریخ سماجیات اقتصادیات، نفسیات، جمالیات کی روشنی میں کسی ادبی پارہ کو پرکھنا ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادبی تنقید کے لئے بنیادی اصول یہ ملی ہے کہ تمام علوم تہذیبی کشمکش، تغیرات و تبدل، زندگی کے مطالبات اور فنی وجمالیاتی قدروں کو سامنے رکھنے کے بعد کسی فن پارے پر تنقید کی جائے اور ایسی ہی تنقید صحتمند اور سائنٹفک کہلانے کی مستحق ہے

ان تمام مباحث کو پیش نظر رکھ کر یہ ملی نتیجہ نکلتا ہے کہ تنقید کے لئے ادبی ذوق یا ادبی مطالعہ کافی نہیں اس لئے کہ اقدار کے تعین کے وقت دوسرے علوم کی ضرورت ہوتی ہے جس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعہ نقاد معاصر ادب یا کلاسیکی فن پاروں میں اس کے عہد و حیثیت کا مطالعہ کرتا ہے۔

ادبی ذوق:

عام طور پر تنقید کی بحث میں ادبی ذوق کو نظر انداز کیا جاتا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ادبی ذوق کی نوعیت سراسر ذاتی اور نجی ہے بعض مرتبہ اسی بنا پر تنقید نگار کو صاحب ذوق نہیں سمجھا جاتا اور اکثر اسکی ناموافق رائے کو اس کی ادبی بدذوقی پر محمول کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر تنقید کسی نہ کسی شکل میں ناقد کے ادبی ذوق سے ہی متاثر ہوتی ہے اگرچہ ادبی ذوق کی صحیح تعریف پر اختلاف رائے ہوتا ہے۔ اس لئے ادبی ذوق سے کیا مراد ہے اور اس کی صحیح تعبیر کیا ہے اس کی کوئی تسلی بخش وضاحت ابھی تک نہیں ہوسکی ہے مثال کے طور پر ڈرامہ نگاری کو ہی لیجئے شیکسپیر کے ڈرامے جو کلاسیکی ڈراموں کے ذیل میں شمار ہوتے ہیں اس دور کے عوام میں بے حد مقبول ہوئے بلاشبہ ان سامعین کی ایک خاص تعداد ان افراد پر مشتمل تھی جن کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ اس طرح آج صدیوں کے بعد بھی ان کی مقبولیت کم نہیں ہوئی۔ حالانکہ موجودہ دور کو ادبی ذوق کے سنوارنے اور پنپنے کا بہترین دور سمجھا گیا ہے۔ جدید ناقدین نے ان ڈراموں کو ہر تنقیدی کسوٹی پر رکھ کر سراہا ہے ان سب باتوں کے پیش نظر ادبی ذوق کو اس میزان سے تعبیر کر سکتے ہیں جو نظر نہ آنے کے باوجود تنقید میں ایک توازن لاتا ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہمارا ادبی ذوق ہماری ادبی فہم کے لئے ذمہ دار ہے اور اس پر ہماری پسند اور ناپسندیدگی منحصر ہے۔ اور اس نے ادبی تنقید کے اصول کو ترتیب دیا ہے ادبی تنقید میں جلا و تنوع اسی ادبی ذوق کی پیداوار ہے روایات کو سمجھنے اور ان کے بولنے اور سنوارنے میں بھی یہ ہی ادبی ذوق ذمہ دار ہے۔ ادبی ذوق کی تشکیل کے لئے وسیع مطالعہ لگن اور بلندی نظر ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اسے نئی راہوں کا متلاشی ہے تو اسکو معین راہوں سے ہٹ کر ایک انفرادی جستجو کا سہارا لینا ہوگا۔

ہر دور میں ایک خاصی تعداد ان علماء یا فنی شاہکاروں کے متلاشیوں کی پائی جاتی ہے جنہیں صاحب ذوق مانا جاتا ہے —— لیکن ان ماہرین کی رائے صرف ماضی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہکاروں اور فن لطیف کے بارے میں ہی ملتی ہے خود ان کے زمانہ میں بہت سے فنی شاہکار ان کی قیمتی رائے سے مستفید نہ ہوسکے دنیا کے ہر ادب میں اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ تنقید کا واحد کلیہ (آئندہ) آنے والی نسلوں کی رائے اور ادب کی حقیقی پرکھ وقت کی کسوٹی ہے دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ادبی ذوق کا تعلق مختلف ادوار سے ہے اس لئے وہ ناقد جو اپنے ہی دور میں عصری ادب کا جائزہ لیتا ہے اس کا صحیح مقام متعین کرتا ہے وہ صاحب ذوق کہلانے کا مستحق ہے یہ دوسری بات ہے کہ مختلف نسلوں میں اس کے مقام اور درجہ میں کوئی فرق آجائے خیال ونظر کی یہ تبدیلی ناگزیر ہے۔

اس بارے میں ایک بات کہنی بڑی ضروری ہے کہ جب تک دور ماضی میں بدل کر تاریخی اہمیت حاصل نہیں کر لیتا اس وقت تک اس ادب کی جانچ اور اس دور کے تنقیدی اصولوں کا مطالعہ ممکن نہیں ہوتا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مستقبل کے دور کا ناقد بھی اپنے دور کے کئی اہم مصنفوں اور شعراء کا صحیح مقام متعین نہیں کر سکے اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہر دور کا ادبی ذوق دوسرے دور کے ادبی ذوق سے مختلف ہوتا ہے تاہم ادبی ذوق سے ترک نظر حقیقی فن پارہ اور شاہکار ہر دور کے ادبی ذوق سے بالاتر ہو کر ایک ادبی شہرت کا حامل ہوتا ہے۔

چنانچہ ایسی لازوال ادبی تخلیقات کی کمی نہیں جو ہر دور میں ادبی شاہکار تسلیم کی گئیں اس طرح ادبی تنقید بھی بنیادی طور پر ہر دور کے ادبی ذوق سے بلند ہو کر ایک فنی شاہکار کی آفاقی اور بنیادی اصولوں کی پرکھ پر متحمل ہو سکتی ہے اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مخصوص دور کا مجموعی ذوق اس دور کے ادبی رجحانات اور تنقید پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ ادبی ذوق جسے برتر ادبی ذوق کا درجہ دیتے ہیں وہ چند خصوصی ادوار میں ہی نمایاں ہوتا ہے۔ مثلاً کئی ادوار میں سماج کی تشکیل کا دارومدار شاہی دربار امراء اور قوت پر ہوتا ہے، ان ادوار میں سلاطین وقت، امراء و روساء کے مخصوص اور واضح ذوق کی جھلک اس دور کے ادب میں واضح طور پر ملتی ہے۔ یوں بھی رہن سہن، لباس و پوشاک اور دیگر فنون لطیفہ میں ان کا ذوق ایک برتری کا حامل تھا۔

© rasailojaraid.com